☆ مار پیٹ کا طوفان ☆

اسکولوں اور مدرسوں میں مار پیٹ کا طوفان اخلاقی توانین کا کھلم کھلا مذاق اڑا رہا ہے۔ بہت سے اساتذہ توانینِ اخلاق کو خاطر میں لانے کے لئے تیار نہیں۔ اسکول سرکاری ہوں یا غیر سرکاری، سب ایک رنگ میں رنگے ہیں۔ بچوں کی خوب خوب دھنائی ہوتی ہے، کوئی پوچھنے والا نہیں، والدین اول تو احتجاج کرتے نہیں، کرتے ہیں تو دبے دبے لہجے میں۔ ان کا بھی یہی خیال ہے کہ بچے مار پیٹ کے بغیر پڑھتے ہی نہیں، کیا کیا جائے۔ لیکن ماہرین کچھ اور کہتے ہیں ہمارے اکابر علماء کچھ اور کہتے ہیں، ماہر نفسیات کچھ اور کہتے ہیں۔ عمرانیات کے ماہر کچھ اور کہتے ہیں ان سب کا کہنا یہ ہے کہ قوم کو بزدل بنانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اسکولوں اور مدرسوں میں بچوں کو مارا پیٹا جائے۔ پھر قوم نہایت آسانی سے اس قدر بزدل ہو جائے گی کہ دشمن ملک کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے والا جوہر گنوا بیٹھے گی اور اس حد تک گنوا بیٹھے گی کہ پھر ڈھونڈنے سے تلاش نہیں کر پائے گی۔ استاذ صاحبان سے جب بالمشافہ یہ باتیں کی جاتی ہیں تو وہ طنزیہ مسکرا دیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ سب کتابی باتیں ہیں عملی زندگی میں ان کا کوئی اثر نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ اکابر درست کہتے ہیں یا آج کے یہ ماہرین تعلیم، آیئے ذرا دیکھیں عمرانیات کے **ماہر مورخ علامہ ابن خلدون** اپنی مستند تاریخ ابن خلدون کے مقدمہ کی جلد دوم میں کیا لکھتے ہیں۔

﴿خوب یاد رکھیے تعلیم کے سلسلے میں مار پیٹ اور ڈانٹ ڈپٹ مضر ہے خاص طور پر چھوٹے چھوٹوں کے حق میں کیونکہ یہ استاد کی نا اہلی کی نشانی ہے۔ جن کی نشو ونما ڈانٹ ڈپٹ اور قہر و تشدد سے ہوتی ہے خواہ پڑھنے والے بچے ہوں یا لونڈی اور غلام ہوں یا نوکر چاکر ہوں ان کے دل و دماغ میں استاذ کا قہر ہی چھایا رہتا ہے۔ بے چاروں کی طبیعت بجھ کر رہ جاتی ہے۔ امنگ اور حوصلہ پست ہو جاتا ہے، شوق اور دلچسپی جاتی رہتی ہے اور طبیعت میں سستی پیدا ہو جاتی ہے بعض اوقات تو دماغ ہی معطل ہو کر رہ جاتا ہے اور طلب کا مادہ سلب ہو جاتا ہے۔

قہر و تشدد سے بچوں میں جھوٹ بولنے کی عادت جڑ پکڑتی ہے اور بدباطنی بھی آجاتی ہے، بچے ڈر کے مارے مار پیٹ سے بچنے کے لئے مکر و فریب سے کام لینے لگتے ہیں، گویا قہر و تشدد بچوں میں بزدلی، مکر و فریب، جھوٹ اور دغابازی پیدا کرتا ہے، اس طرح ان پر جب ایک مدت جھوٹ بولتے بولتے گزر جاتی ہے تو یہ عیب ان کی طبیعت ثانیہ بن جاتے ہیں اور سنجیدگی کی عمر میں بھی نہیں جاتے، نیز ایسے بچوں سے اجتماعی حیثیت سے انسانیت کی خوبیاں سلب ہو جاتی ہیں، یعنی محبت، غیرت، خودداری اپنی مدافعت ،غرض یہ تمام خوبیاں جاتی رہتی ہیں اور وہ مردہ دل ہو جاتا ہے اور ایک قسم کی بزدلی پیدا ہو جاتی ہے، ایسے بچے ان تمام باتوں میں دوسروں کے محتاج ہو جاتے ہیں، بلکہ ان میں فضائل اور اخلاق جمیلہ حاصل کرنے کے جذبات سرد پڑ جاتے ہیں اور وہ انسانی جوہر کھو کر اسفل السافلین میں جا گرتے ہیں۔

ہر اس قوم کا بھی یہی حال ہوتا ہے جو دوسری قوم کے قہر و تشدد کی مٹھی میں آجاتی ہے اور جو ر و ستم کا شکار رہنے لگتی ہے، ظلم و تشدد وہی کرتا ہے جو مغلوب الغضب ہوتا ہے اپنے غصے پر قابو نہیں پا سکتا، اور اس میں اتنی بھی مہارت نہیں ہوتی کہ صحیح طریقے سے سمجھا سکے، جب تم اس قسم کے اساتذہ کو دیکھو گے تو ان میں یہی عیب نظر آئیں گے، یہودیوں پر غور و فکر کرو اور ان کی ان بداخلاقیوں پر بھی، جو ان میں پائی جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ یہ لوگ دنیا کے ہر گوشے سے اور ہر زمانے میں خباثت، بغض اور مکر و فریب میں مشہور ہیں، اس کا سبب وہی حقیقت ہے جو ہم نے تمہارے سامنے رکھی ہے، اس لئے استاذ کو طلبہ پر اور والدین کو اولاد پر حد سے زیادہ سختی نہیں کرنی چاہیے۔﴾

محمد بن ابو زید نے اساتذہ اور طلبہ کے آداب میں ایک کتاب لکھی ہے، آپ اس میں لکھتے ہیں ﴿''کہ اگر آداب سکھانے کے لئے بچوں کو مارنے کے بغیر چارہ ہی نہ ہو تو تین قمچیوں سے زیادہ نہ ماری جائیں۔''﴾ **فاروق اعظم** کا فرمان ہے ﴿''کہ جسے شریعت نے سبق نہ سکھایا، حق تعالیٰ اسے آداب نہ سکھائے۔ یہ اس لئے فرمایا کہ لوگ ادب سکھائے جانے کی ذلت سے محفوظ رہیں اور آپ کو اس بات کا بھی یقین تھا کہ جب کسی نے نبی اکرم ﷺ سے ادب نہیں سیکھا تو وہ مار پیٹ سے بھی ادب نہیں سیکھ سکے گا۔''﴾

ہارون الرشید نے جب محمد امین کو اس کے استاذ احمر کے حوالے کیا تو چند نصیحتیں کیں جو آب زر سے لکھنے کے اہل ہیں۔ فرمایا:

﴿''اے احمر! امیر المومنین نے اپنے دل کا ٹکڑا اور دل کا پھل تمہارے حوالے کر دیا ہے، تم شہزادے کو اپنے اشارے پر چلاؤ، اسے اپنا فرماں بردار بناؤ، اور اس مقام پر رہو جو مقام تمہیں امیر المومنین نے عطا کیا ہے۔ اسے اللہ کی کتاب پڑھاؤ، تاریخی حقائق سمجھاؤ، اشعار کی روایت کراؤ، یعنی عربی ادب سکھاؤ، احادیث کی تعلیم دو، گفتگو کے مواقع بتاؤ اور بات کرنے کا ڈھنگ سکھاؤ، ہنسنے پر

پابندی لگاؤ، ہاں کبھی کبھار ہنسی آجائے تو خیر، اسے بتاؤ جب بنی ہاشم کے بزرگ آجائیں تو ان کی تعظیم کرو اور جب حکام اپنی عدالتوں میں آجائیں تو ان کی بھی تعظیم کرو۔ خبردار کوئی ایسا لمحہ نہ آنے پائے کہ تم اسے مفید بات نہ بتاؤ۔ لیکن اس طرح بتاؤ کہ یہ دل برداشتہ نہ ہو، ورنہ اس کے مزاج میں آوارگی اور آزادی پیدا ہو جائے گی، اور پھر اس کی عادت ہو جائے گی۔ حتی الامکان نرمی اور پیار محبت سے ادب سکھاؤ، اگر اس طرح یہ مہذب نہ بنے تو قدرے سختی کر سکتے ہو۔''

مولانا اشرف علی تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس گناہ کی معافی کی کیا شکل ہوگی، اس لئے کہ اس گناہ کی معافی کس سے مانگی جائے جس بچے کو استاد نے مارا پیٹا ہے، اگر اس بچے سے استاذ معافی مانگے تو وہ نابالغ ہے، معاف کرنے کا اہل نہیں، اگر وہ معاف بھی کردے تو شرعاً اس کی معافی کا اعتبار نہیں، اس لئے اس گناہ کی معافی کا کوئی راستہ میری سمجھ میں نہیں آتا، یہ خطرناک گناہ ہے۔''

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب خطبات میں فرماتے ہیں:

''یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ استاذ کے لئے یا ماں باپ کے لئے بچے کو اس حد تک مارنا جائز ہے جس سے بچے کے جسم پر مار کا نشان نہ پڑے۔ آج کل جو اسکولوں اور مدارس میں بے تحاشا مار کی ریت ہے، یہ کسی طرح بھی جائز نہیں، جیسا کہ ہمارے ہاں قرآن کریم کے مدارس میں مار کٹائی کا رواج ہے اور بعض اوقات اس مار پٹائی میں خون نکل آتا ہے، زخم ہو جاتا ہے یا نشان پڑ جاتے ہیں یہ عمل بہت بڑا گناہ ہے، استاذ اور ماں باپ کو چاہیے کہ وہ بچے کو اس طرح نہ ماریں کہ نشان پڑ جائے۔ ضرورت کے تحت جب مارنا ناگزیر ہو جائے تب مارنے کی اجازت دی گئی ہے، لیکن اس کا طریقہ کیا ہے۔''

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ نے ایک عجیب نسخہ بتایا ہے اور ایسا نسخہ وہی بتا سکتے تھے، نسخہ یاد رکھنے کا ہے۔ فرماتے تھے کہ

''جب کبھی اولاد کو یا شاگرد کو مارنے کی ضرورت محسوس ہو یا اس پر غصہ کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو جس وقت غصہ آرہا ہو اس وقت نہ مارو جب غصہ ٹھنڈا ہو جائے اس وقت مصنوعی غصہ پیدا کر کے مارلو۔ اس لئے کہ طبعی غصے کے وقت مارو گے تو حد پر قائم نہ رہ سکو گے بلکہ حد سے تجاوز کر جاؤ گے ضرورت چونکہ مارنا ہے تو مصنوعی غصہ پیدا کر کے مارلو تا کہ اصل مقصد بھی حاصل ہو جائے اور حد سے بھی نہ گذرنا پڑے اور فرمایا کرتے تھے میں نے ساری عمر اس پر عمل کیا طبعی غصے کے وقت تو مارا نہیں غصہ اترنے پر مصنوعی غصہ چہرے پر طاری کر کے مارا اس لئے کہ غصہ ایسی چیز ہے کہ اس میں آدمی اپنی حد میں نہیں رہتا۔''

آج کل مار پیٹ میں بہت افراط اور تفریط ہے، ماریں گے تو حد سے گزر جائیں گے یا پھر بالکل مارنا چھوڑ دیں گے یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ اعتدال کا راستہ اپنانا چاہیے۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''اساتذہ کرام بادشاہوں والا نصب لے کر آتے ہیں۔ ان کا حساب بھی انہی جیسا ہوگا۔ استاذ کو چاہیے شاگردوں پر شفقت کرے اپنے بیٹوں جیسا جانے''

جیسا کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

﴿"میں تمہارے لئے ایسا ہوں جیسا کہ والد اپنے لڑکے کے لئے"﴾

ابو ھارون عبدی اور **شھر بن حوشب** کہتے ہیں کہ جب ہم طالب علم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو فرماتے خوش آمدید، خوش آمدید۔ رسول اللہ ﷺ کی وصیت سنو **حضرت محمد** ﷺ نے فرمایا:

﴿بہت قریب ہے وہ وقت جب زمین تم پر مسخر کردی جائے گی اور تمہارے پاس کم عمر آئیں گے جو علم کے بھوکے پیاسے ہو ں گے دین میں سمجھ کے خواہش مند ہوں گے اور تم سے سیکھنا چاہیں گے پس جب وہ آئیں تو انہیں تعلیم دینا ان سے مہربانی سے پیش آنا ان کی آؤ بھگت کرنا اور حدیث بتانا﴾...... (جامع البیان العلم)

یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ سخت کلمات کی بہ نسبت نرم کلمات زیادہ اثر کرتے ہیں۔ جب استاذ شاگرد کا دل مار پیٹ سے چھلنی کر دے گا تو اس دل میں خیر کی بات کس طرح ڈال سکے گا۔

یاد رکھئے! چھوٹے بچوں کے دلوں میں رعب اور خوف کا سمانا ایسا ہی برا ہے جیسے کہ نرم و نازک پودے پر بادِ صرصر کا تُند جھونکا یا پھولوں پر لُو کا چلنا۔ اگر طالب علم کوتاہی کرتا ہے تو استاذ پہلے اسے شفقت اور نرمی سے سمجھائے۔ اس کا اثر نہ ہو تو تنبیہ کرے اس کا بھی اثر نہ لے تو مدرسہ کے ذمہ دار کو حالات بتائے پھر بھی معاملہ قابو میں نہ آئے تو بچے کے سرپرست کو خبر کرے کہ اس بچے کا یہاں رہنا مفید نہیں اسے کسی دوسری جگہ بھیج دیا جائے۔

مولانا رشید احمد گنگوھی کے حالات میں لکھا ہے ایک مرتبہ مدرسے کے صحن میں درس دے رہے تھے کہ بارش ہونے لگی طلبہ کے جوتے اٹھائے اور بارش سے محفوظ جگہ میں رکھ دیئے۔ ایسی باتوں کی وجہ سے طلبہ اپنے اساتذہ پر جان دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

خود **حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:**

"لوگ تمہارے تابع ہیں تمہارے پاس دور دراز ملکوں سے علم سیکھنے کے لئے آئیں گے ان کے بارے میں میری وصیت کے مطابق بھلائی سے پیش آنا"......(ترمذی)

امام یوسف رحمہ اللہ کا قول ہے کہ

''اپنے شاگردوں کے ساتھ ایسے خلوص اور محبت سے پیش آؤ کہ دوسرا دیکھے تو خیال کرے یہ تمہاری اولاد ہیں نیز فرمایا علمی مجلس میں غصے سے پرہیز کرو۔''

استاذ الکل حضرت مولانا مملوک علی صاحب کا حال یہ تھا کہ جب کوئی طالب علم بیمار ہو جاتا تو قیام گاہ پر جا کر عیادت کرتے ہر طرح دلجوئی فرماتے یہ اسلاف کی شفقت کے نمونے ہیں۔ آج ذرا سی بات پر طلبہ کی اس قدر پٹائی ہوتی ہے کہ معلوم ہوتا ہے ایک دشمن قبضے میں آگیا ہے جس سے جی بھر کر انتقام لینا ہے۔

﴿''سبق یاد نہ ہونے کی صورت میں بھی استاذ کو مارنے کی اجازت نہیں۔''﴾

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سبق یاد نہ ہونے کی صورت میں بھی استاذ کے مارنے کو منع فرمایا ہے چنانچہ خانقاہ میں سخت تاکید تھی کہ کوئی استاذ طالب علم کو نہ مارے اگر وہ نہیں پڑھتا یا سبق یاد نہیں کرتا تو اس کی اطلاع تعلیم کے ذمہ دار کو دی جائے وہ مناسب سزا تجویز کرے گا۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ شاگرد استاذ کے خوف کی وجہ سے یاد کیا ہوا سبق بھی بھول جاتا ہے بعض استاذ تو چہرے پر مارنے سے بھی پرہیز نہیں کرتے حالانکہ حدیث پاک میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے یہ مارنے والے اس پر غور کریں وہ اپنے بارے میں کیا پسند کرتے ہیں۔ سزا دینے کے بارے میں ایک خوفناک کوتاہی یہ ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں جب تک کہ استاذ کا غصہ ختم نہ ہو جائے سزا دیتے ہی چلے جاتے ہیں اور سونے پر سہاگہ یہ کہ استاذ کو کوئی پوچھنے والا بھی نہیں کہ یہ تم کیا کر رہے ہو انہیں کسی کا خوف نہیں۔

﴿''ھڈی ماں باپ کی ! چمڑی استاذ کی''﴾

ہمارے معاشرے میں یہ مثل مشہور ہے۔ ماں باپ بچوں کو استاذ کے حوالے کرتے ہوئے کہتے ہیں یہ آپ کے حوالے اس کی ہڈیاں ہماری اور چمڑی آپ کی یعنی بے شک آپ اس کی چمڑی ادھیڑ دیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اس قسم کی باتوں سے استاذ کو کھلی چھٹی دے دی جاتی ہے اور پھر استاذ جی نہیں دیکھتے، کہاں مار رہا ہوں، کس طرح مار رہا ہوں اور کس قدر مار رہا ہوں یہاں تک کہ چمڑی کے بعد نوبت ہڈی تک پہنچ جاتی ہے۔ اب نہ جانے یہ مثل قرآن کی آیت ہے یا حدیث ہے یا فقہ میں کہیں لکھا ہے اور پھر استاذ جی کو غصہ تو گھر میں بیوی پر یا اپنے بچوں پر آتا ہے، اتارا جاتا ہے طالب علموں پر، گویا کرے کوئی، بھرے کوئی۔

یاد رکھئے! قیامت کے دن اس کا بدلہ دینا ہوگا۔ یہاں بچوں کی چمڑی آپ کی ہے وہاں آپ کی چمڑی بچوں کی ہوگی۔ کیا تماشا ہے استاذ حضرات حد سے گذر جاتے ہیں اپنے غصے کی آگ کو بجھانے کے لئے ایسا کرتے ہیں اور کرتے ہی چلے جاتے ہیں۔ یاد رکھئے بچے کے ماں باپ چاہے استاذ کو کتنی کھلی چھٹی کیوں نہ دے دیں استاذ کو پھر بھی اس طرح مارنے پیٹنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ سخت ضرب مارنے سے فقہا نے وضاحت سے منع فرمایا ہے اور جس ضرب سے جلد پر نشان پڑ جائے اس کو فقہا نے ضربِ فاحش کا نام دیا ہے۔ جس سے ہڈی ٹوٹ جائے یا کھال پھٹ جائے وہ بدرجہ اولیٰ ہے۔ ضربِ فاحش پر خود استاذ کو سزا دی جانی چاہیے۔ (اصلاح انقلاب، تحفہ معلم)

از دفتر تعلیمات شعبہ تحفیظ القرآن

جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر کراچی